فقیر سیماب ویسی

گردِ سفر

طاہر جمال کمپنی

الوہاب مارکیٹ ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فقیر سیماب اویسی

گردِ سفر

طاہر جمال کمپنی
الوہاب مارکیٹ ۳۸- اُردو بازار ◎ لاہور

اپنی بات

بندہ نہ تو شاعر ہے اور نہ ادیب محض اپنے احساسات کو دُوسروں تک پہنچانے کے لیے اور وہ بھی صرف اس اُمید پر کہ شاید کسی ایک انسان کو بھی میرے یہ تجربات یا مجھ پر بیتے ہُوئے حالات کسی صحیح سمت کو رہنمائی کر سکیں اور یُوں وہ خُود پر تجربہ کرنے سے بچ سکے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ خود پر تجربہ کرنے سے پہلے دُوسروں پر بیتے ہوئے تجربات سے سبق حاصل کرو نیز اپنا حساب کرتے رہا کرو۔ اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔

مَیں نے پچھلے مختلف سفروں کو مضامین کی صُورت میں لکھنے کی کوشش کی، جگہ، موسم، لوگ عقائد و نظریات کردار اور اس کے مقابل اسلامی اقدار یا پھر مُسلمانوں کے حالات اور انکے مسائل کسی حد تک ان سے عہدہ برآ ہونے کا طریقہ اور سلیقہ بھی اپنی استعداد اور ناقص علم کے مطابق جو سمجھ سکا وہ تحریر کیا اور یُوں ایک سفرنامہ کہہ لیجئے "غبارِ راہ" کے نام سے وجُود میں آیا۔ بے شمار لوگوں نے اسے پڑھا بھی اور پسند بھی کیا اور یوں کچھ اور لکھنے کا حوصلہ ملا۔ اس بار امریکہ کے سفر کے دَوران مَیں نے کچھ اشعار کہے، اور یوں نعتوں، نظموں اور غزلوں کے حوالے سے اپنے جذبات کو احباب تک پہنچانے کی کوشش کی۔ عین ممکن ہے کہ میرے اشعار معیاری نہ ہوں۔ اوزان میں کمی بیشی ہو یا بحر درست نہ ہو، مگر ایک بات ضرور ہے کہ مَیں نے جو محسوس کیا اور کہنا چاہا، کہہ گزرا۔ سرائیکی زبان میں کہے گئے چند اشعار مَیں اپنے شیخ محترم کی جُدائی میں کہے۔ نعت کے اشعار میں

نہ صرف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فضائل بیان کرنے کی کوشش کی جو عموماً نعت کا اسلُوب ہے، بلکہ اپنے احساسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یُوں شائد نعت پیش کرنے میں بھی ایک نیا اسلُوب ہو نیز اکثر اشعار دورانِ سفر موزوں کیے کبھی جہاز میں اور کبھی کار میں سفر کرتے ہُوئے چونکہ میں نے بہت زیادہ سفر کیے یہاں سے امریکہ آنا جانا بھی ایک لمبا سفر ہے پھر خود امریکہ کے اندر بہت بڑے فاصلے ہیں جن میں تقریباً ۳۶ روز میں میں نے اوسطاً ۲۰۰۰ میل روزانہ کے حساب سے سفر کیا، ہر روز تین چار تقاریر محافلِ ذکر اور لوگوں سے مُلاقات تو اس سب ہجوم میں سفر کے وقت کو شعر موزوں کرنے پہ صرف کیا اور شائد میں اچھے شعر نہ کہہ پایا ہوں گا، مگر بڑی حد تک جو کہنا چاہتا تھا وہ ضرور کہہ گُزرا۔

کچھ احوالِ دل کچھ مشورے کچھ اندیشے اور کچھ دُعائیں اب یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے اگر اس میں کوئی خُوبی ہے تو اللہ کی عطا ہے اور خرابی ہے تو میرا قصور ہے درگُذر کیجیے اور اپنے مفید مشورے سے سرفراز کیجیے۔ اپنی اصلاح کی پُوری کوشش کروں گا انشاء اللہ۔

فقیر سیماب اویسی

لاہور - ۲۸-۵-۹۳

سخنہائے گفتنی

مقفیٰ اور موزوں کلام واقعی ایک خوبی ہے بلکہ ایک نعمت ہے مگر ہر ایسے کلام کو شعر نہیں کہتے۔ شعر کہے نہیں جاتے۔ شعر نازل ہُوا کرتے ہیں، چنانچہ شعر کی ایک خصُوصیت بقول حسرتؔ موہانی یہ ہے کہ ؎

شعر در اصل ہے وہی حسرتؔ
سُنتے ہی دِل میں جو اُتر جائے

اور شعر کا نازل ہونا علم پر موقوف نہیں بلکہ بقول اکبر الٰہ آبادی

عشق کو دِل میں دے جگہ اکبرؔ
علم سے شاعری نہیں آتی

اور فانی کا عشق، عشق نہیں عشق کی تہمت ہے۔ عشق وہ ہے جو حیّ لا یموت کے ساتھ ہو۔ اسی لیے ارشاد ہُوا۔ والّذین اٰمنوا اشد حبًّا للّٰہ۔ اور ربّ العالمین کی محبّت کا ذریعہ اور راستہ رحمۃ العالمین کی محبّت ہے جسے جتنی یہ نعمت حاصل ہوجائے وہ اسی درجے کا کندن بلکہ پارس بن جاتا ہے پھر اس کے وجود سے اس کے افکار سے اس کے کلام سے انوارِ محبّت کے ایسے سوتے پھُوٹتے ہیں کہ اہلِ دل کے دِل کھِچے چلے آتے ہیں اور اس کی باتیں اُس کی نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی حیثیت یہ ہو جاتی ہے کہ ؎

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

یہ مجموعۂ کلام جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے یہ کچھ ایسی ہی واردات کیفیات اور نوائے سروش کی ہی مختلف صورتیں ہیں حضرت سیماب نے نہ تو علم عروض پڑھا نہ کسی قادر الکلام اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا نہ سخنگوئی کی مشق کرنے اور اساتذہ سے اصلاح لینے کا کوئی موقع آیا بلکہ آپ کی ۵۸ سالہ زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ اچانک یہ شعری چشمہ اُبل پڑا ۔ ممکن ہے اس میں فنی اعتبار سے کوئی جھول ہو مگر بات یہ ہے کہ ؎

نالہ پابندِ نے نہیں ہے
فریاد کی کوئی لے نہیں ہے

قلبی واردات ، ذہنی کیفیات ، ذاتی مشاہدات ، شعر کی زبان میں ڈھلنے لگے تو ڈھلتے ہی گئے محبت کے جذبات اُبلنے لگے تو اُبلتے ہی چلے گئے ، اور حال یہ ہو گیا کہ ؎

آئی جو تیری یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقشِ ما سوا کو مٹاتی چلی گئی

مگر اس کے ساتھ کہیں کہیں ظرافت بھی ہے لطافت بھی ہے اور یہاں وہاں دینی ، قومی ، سیاسی حقائق بھی شعر میں سمو دیے گئے ۔ غرض مجموعہ کلام ایک سدا بہار گلشن ہے جس میں ہر رنگ کے پھول ہر ذائقہ کے پھل اور ہر قسم کے بیل بوٹے پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

میں نہ سخنور نہ سخن سنج ہاں سخن فہمی کی نعمت جو اللہ کریم نے عطا کی ہے اس کا انکار کفرانِ نعمت ہے اس لیے اس مجموعہ کلام کے مطالعہ سے جو محسوس کیا ، سپردِ قلم کر دیا ۔ واللہ اعلم بالصواب

حافظ پروفیسر عبدالرزاق ۔ ایم اے

باسمہٖ تعالےٰ

"گردِ سفر" اردو شاعری کی جھیل میں پھینکا ہُوا وہ پتھر ہے جو ارتعاش کی لہریں پیدا کرتا رہے گا۔ یہ ایک نئی سوچ اور نئی آواز ہے۔ عجب بات یہ ہے کہ یہ روایتی ادبی حلقوں کی بجائے تصوّف کے سلسلے کے ایک شیخ کے رشحاتِ قلم ہیں۔ پھر اس میں تصوّف کے روایتی مضامین نہیں بلکہ یہ بیسویں صدی کی آخری دہائی کے تناظر میں ملّتِ اسلامیہ کے درد میں ڈوبی ہُوئی آواز ہے۔ یہ زندگی سے اپنا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے ہر پہلو پر اظہارِ رائے کرتی ہے لیکن اس طرح کہ قاری کو شعر کی لطافت دم توڑتی نہیں بلکہ تازہ تر ہوتی ہُوئی نظر آتی ہے۔ نعت سے لے کر اس کی سیاست تک اور گل و بلبل کی حکایت سے لے کر ملّت کے مسائل تک ایک وسیع کینوس ہے جس پر شاعری کی گلکاری ہے۔

یہ ردیف و قافیہ کے التزام کے باوجود فاعلات فاعلات کی تنگنائے کی پابند نہیں اور نہ ہی روایتی انداز میں شاعری کا مجموعہ ہے۔ ع نالہ پابندِ نے نہیں ہے۔ درد بھری چیخ سات سُروں میں نہیں سما سکتی۔ شاعر کو اس بات کا بھی احساس ہے کہ تلخ حقائق کے ساتھ ساتھ بشاشتِ طبع کا بھی خیال رہے، چنانچہ لطیف پیرائے میں بھی یہاں بات ملے گی۔ یہ سخنِ یار دلنواز کی طرح مگن

کر دینے والی اور جذب کی کیفیت میں پہنچا دینے والی شاعری ہے۔

اُردو ادب اور شاعری کا دامن اب تک اس انداز کی تحریر سے خالی تھا کیا عجب کہ یہ رنگ ایک الگ دبستان کو جنم دے اور اُردو شاعری میں نئی روایت کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اس سے پہلے انہوں نے سفرنامے "غبارِ راہ" کے ذریعے اُردو نثر کو تازگی اور بے تکلفی سے نئے انداز میں آشنا کیا تھا۔ یہ سفرنامہ مضامینِ نو بہ نو کے خرمن کی حیثیت رکھتا تھا۔ بیرونی دُنیا کے سفر سے ہمارے لیے یہ نہایت لذیذ سوغات تھی لیکن اس بار اس کی شیرینی دو چند ہو گئی ہے کہ شاعر نے تو اسے "گردِ سفر" قرار دیا ہے، لیکن یہ گرد سر آنکھوں پر رکھنے اور چُومنے کی چیز ہے کہ اس میں مدینہ منورہ کی راہ کے درخشاں ذرّے بھی ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مشائخ میں سے ہیں ہوا کو اپنا پیام لے جانے کو کہتے ہیں یہی روایت نعت میں یہاں آتی ہے لیکن اس طرح کہ یہاں بات اپنی ذات سے بڑھ کر پُوری ملت کی کی گئی ہے اور نہایت ہی دردمندی اور مؤثر لہجے کے ساتھ۔ یہاں نعت بھی روایتی انداز سے ہٹ کر ایک نیا پیرایہ اختیار کر گئی ہے۔ مختصر یہ کہ "گردِ سفر" شاعری کا مجموعہ بھی ہے، اور دَرد کی ایک لہر بھی جو ہر دَرد مند دل کو خُود اپنی آواز محسوس ہو گی۔

ڈاکٹر محمدؐ حامد۔ پی ایچ ڈی

۱۔ نقشِ پا کی روشنی

۲۔ غزلیات

۳۔ بزمِ یاراں

نعتیں

نقشِ کفِ پا کی روشنی

عشق و محبت کا دعویٰ بھی اپنی ہستی کا دعویٰ ہے
مٹ گیا اپنا نام و نشاں تک تیری چاہت باقی ہے

نقشِ کفِ پا کی روشنی

آتی ہے نظر گنبدِ خضرا کی روشنی
پھیلی ہے چار سو شۂ بطحا کی روشنی۔

روشن ہے انکے نام سے سارے جہان میں
مومن کا دل بھی اور دل بینا کی روشنی

مغرب کی روشنی میں ہیں تاریکیاں بہت
چھینی ہے ظلمتوں نے چشمِ وا کی روشنی

ننگے بدن ہیں چاک گریبان ہے کوئی
وحشت نصیب ہے انہیں لٹوا کے روشنی

ہے جنس اور مال کا رشتہ فقط یہاں
گم نسب بھی ہوا گئی وفا کی روشنی

سب کہہ نہیں سکتا کوئی آتا ہے جو نظر
مانع ہے لب کشائی سے حیا کی روشنی

اس پتھروں کے دیس میں خادم ترے حبیب
پاتے ہیں نور دل میں اور آقا کی روشنی

دل میں تڑپ ہے سوز ہے سجدے میں آج بھی
آنکھوں میں تیرے نقش کفِ پا کی روشنی

کتنا رفیع مقام ہے ان کا خدا گواہ
ہر طرف ان کے کرم سے برسا کی روشنی

اللہ کرے کہ سینۂ مُسلم ہو نور بار
یوُں جس سے اک جہاں میں پھیلا کی روشنی

مجھ سے فقیر کو ملے نظرِ کرم کی بھیک
تیرے حریم ناز کی طیبہ کی روشنی

جمالِ باطنی

حسنِ ظاہر سے نیرے روشن جہانِ رنگ و بُو
پر جمالِ باطنی کی ضو فشانی اور ہے
دیکھتی ہے آنکھ گنبد کو کبھی در کو کبھی
دل نے جو دیکھا ہے آقا وہ کہانی اور ہے
بہتے ہیں دریا بہت شوریدہ سر موجیں بھی ہیں
بحرِ رحمت کی تیرے لیکن روانی اور ہے
چاہنے والوں سے چھپنا ہے وطیرہ حسن کا
گھر پہ تیرے عاشقوں کی میزبانی اور ہے
تیری طاعت میں ہے لطفِ زندگی بیشک فقیر
کیف آگیں لذتِ دردِ نہانی اور ہے

بارگاہِ رسالت میں

تیرا جانا بزم کی رعنائیاں تو لے گیا
ہے در و دیوار کو ویرانیاں سی دے گیا

ہیں بہت چہرے مگر لگتا ہے یاں کوئی نہیں
حال کا اپنے جب ان میں رازداں کوئی نہیں

پھول کھلتے ہیں بہاروں میں مگر تیرے بغیر
کون جائے چمن زاروں میں مگر تیرے بغیر

نالۂ بلبل تو ہے سوزِ دروں باقی نہیں
تیری چاہت کا چمن میں وہ جنوں باقی نہیں

آ گئی گردش زمانے کی ہمارے درمیاں
دیکھ سکتا ہے زمانہ کب کسی کو شادماں

لگتا ہے سارا چمن یُونہی اجڑ جانے کو ہے
تیرے بن اَب آشیاں اپنا بکھر جانے کو ہے
گر پلٹ آؤ تو محفل پھر جواں ہو جائے گی
ورنہ اپنی دوستی بس داستاں ہو جائے گی
پھر سے دیوانے ترے ہوں گے جنوں میں مُبتلا
موڑ کے رکھ دیں گے پہیہ گردشِ ایّام کا
پھر اسی محفل کو تیرے نام سے چمکائیں گے
اپنے سینے میں بسا کر تجھ کو واپس لائیں گے
خُون دے کے یہ بسایا تھا چمن تیرے لئے
اس میں پالے تھے سبھی سرو و سمن تیرے لیے
تیرے ہی روشن قدم سے اسکو پھر چمکائیں گے
پتے پتے پر تمہارا نام لکھتے جائیں گے
لا الٰہ کی تیغ کاٹے گی اندھیرے کا جگر
گنبدِ خضراء سے روشن ہو گی پھر اپنی سحر
اپنا خُون سیماب دیکر اتنا ہم کر جائیں گے
نام آقا ؐ کا چمن میں پھر رقم کر جائیں گے

"دیدارِ باری"

عمر ساری دے کے آخر پا لیا — ایک لمحہ جس میں دیکھا ہے تجھے
اس قدر ارزاں نہ سمجھے گا کوئی — اس کا اندازہ اگر ہے تو مجھے
جانتا تھا زندگی کو، میری تھی — میرے ہاتھوں ہی کٹی جیسی بھی تھی
جب سے کھولی آنکھ اور دیکھا اسے — رنگ سارے تلخیوں کے اس میں تھے
کوئی پہلو حُسن کا اس میں نہ تھا — خوبصورت رنگ بھی کوئی نہ تھا
اک اندھیری رات تھی ویرانہ تھا — روشنی سے دِل میرا بیگانہ تھا
دیکھتا ہوں مُڑ کے پیچھے تو ندیم — دُور تک نیکی کوئی ملتی نہیں
ہاں مگر، اک کام میں بھی کر گیا — تیرے اِک بندے کے جوتوں میں رہا
تُو نے دی توفیق تو یہ بھی ہُوا — کر بھی کیا سکتا تھا میں، کرتا بھی کیا
اب یہی سرمایہ ہے تجھ کو قبول — ورنہ تو ہے زندگی ساری فضول
حد نہیں ہوتی تیرے احسان کی — سمجھ میں آتا نہیں اِنسان کی

عشق کی بھٹی میں دِل جلتا رہا — دیکھ برسوں کا اسے چِلّہ لگا
تب کہیں اک لمحہ دیکھا ہے تجھے — ورنہ جلتا طُور کی مانند یہ
ایک لمحہ اب تو صدیوں پر محیط — اس کی لذّت ہے دو عالم پر بسیط
موت میں لذّت، فنا میں چاشنی — جاننا اس کا بھی کچھ آساں نہیں
عمر بھر لوگوں نے مانگی زندگی — جس کے بدلے موت ہی ان کو ملی
ہم نے سیکھا زندگی کھونے کا راز — طلب میں تیری فنا ہونے کا راز
یہ فنائے نام سے پایا جواب — ذات میری تھی ترے رُخ کا حجاب
اس کا مِٹ جانا ہی ایسا کام تھا — جس سے روشن ہر جا تیرا نام تھا

چمکے ہر اک دل میں تیری روشنی
بن گیا سیماب بھی اس کا امین

پہنچی ترے حضور تو خاموش ہو گئی

کہنا ضرور کچھ مگر طاقت نہیں رہی
دیکھا انہیں تو قوتِ گفتار کھو گئی

آنکھوں میں یوں بسے ہیں کہ دن رات ہر گھڑی
دیکھا جدھر بھی ان سے ملاقات ہو گئی

ہم اور ان کے حُسن کے اتنا قریب تر
بس شیخ کی یہ میرے کرامات ہو گئی

دیکھی جو کائنات تو آیا نہ کچھ نظر
اس حُسنِ بے مثال کی وسعت میں کھو گئی

آقا تیرے حضور کی لذّت عجیب تر
اب ماسوٰی کی طلب ہی معدوم ہو گئی

موت وحیات کی جو تھی تفریق مٹ گئی
روح تیری بارگاہ کے جلوے میں کھو گئی
دھڑکن تھی کائنات کے دل میں حضور سے
معراج پر گئے تو وہ خاموش ہو گئی
پلٹے تو اپنے ساتھ لائے گرمیٔ حیات
زندہ پھر کائنات کی آغوش ہو گئی
دُنیا سے پردہ حصّہ ہے ازلی نظام کا
جب ہی حیات ان کی بھی روپوش ہو گئی
دیکھیں جو زندگی کو تو پھیلی ہے چار سو
ان ہی کے دم قدم سے یہ مدہوش ہو گئی
دیکھو فقیر عشق کی مستی بجا مگر
پہنچی تیرے حضور تو خاموش ہو گئی

"حُسنِ مجسم"

تیری یاد میں دیکھ حُسنِ مجسم
بھری آہ میں نے تو وہ بھی حسین ہے
تیرے عشق کی آگ بھی خوبصورت
رنگِ گل سے گلشن میں جیسے لگی ہے
ہر اک زخم بھی پھول سا بن رہا ہے
ہر اک چوٹ جیسے کلی ادھ کھلی ہے
تو سورج تیرے وصل سے چاند پھوٹیں
تیرا ہجر بھی میرا نورِ جبیں ہے

میری سانس میں نام لپٹا ہے تیرا
میری سانس عنبر میں جیسے بسی ہے
تیرا راستہ بھی ستاروں سے روشن
تیرے در تلک کہکشاں سی بنی ہے .
بھرا ہے زمانے کا پھولوں سے دامن
ہر اک پھول تیری کرن کا امیں ہے
تیری یاد نے موت کو مات دیدی
تیری یاد کتنی حیات آفریں ہے
نہیں قول، ایمان اپنا ہے سیماب
حسیں دوسرا تجھ سا کوئی نہیں ہے

"اِک آرزُو"

دِلوں میں مچلتا ہے ذوقِ زیارت
لبوں پہ قصیدے تیری عظمتوں کے
مدینے کے راہی ہیں دو جگ سے فارغ
وہ طالب ہیں آقا تیری برکتوں کے
پیشانی منوّر ہے سجدوں سے ان کی
دِلوں میں ہیں ذکرِ الٰہی کے جلوے
کوئی ہے مجاہد تو غازی ہے کوئی
ہیں ان کے شبِ رزم میداں میں گزرے
کوئی مثلِ بادِ سحر اس جہاں میں
رہا بانٹتا تیری خوشبو کے جھونکے
مگر ایک بے بس تہی دست خادم
ہے چھیڑے ہوئے تیری الفت کے قصے
نہ عابد، نہ زاہد، نہ واعظ، نہ قاری
ہے پھیلائے دامن کھڑا در پہ تیرے

تمنّا لیے در پہ حاضر ہوں آقا
ہوں طالبِ نظر کا جو شعلہ دِکھا دے
جلے میرا سینہ اُٹھے اس سے طوفاں
جو مُسلم کے سینے میں ہلچل مچا دے
تیرے عشق کی آگ بانٹوں دِلوں کو
محبّت کا شُعلہ جو خرمن جلا دے
بنا دوں میں مُسلم کو دیوانہ تیرا
محبّت تیری رقصِ بسمل سکھا دے
دِلوں میں محبّت کا چشمہ رواں ہو
جہاں سے وہ سب نفرتوں کو مٹا دے
پھر انساں سکوں آشنا ہو دہر میں
یوں خالق سے وہ اس کا رشتہ بنا دے
لبوں پہ فقیر اپنے شام و سحر ہے
الٰہی بہار ایسی پھر سے دِکھا دے

معراج

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

اک ذرۂ خاک تھا میں دوشِ ہوا پر
تیرے احسان کہ میں ارضِ حرم تک پہنچا

کیا خوب وہ لمحہ وہ گھڑی اور وہ موسم
جب نورِ رسالت میرے دیدۂ نم تک پہنچا

گرداب معصیت میں گھرا تھا سفینہ
تیرے ہی کرم سے بحرِ کرم تک پہنچا

بے نور زمانہ تھا شب تار تھی ہر سو
گِر کے انسان تھا پتھر کے صنم تک پہنچا

تیرا آنا شبِ تار کے جانے کی نوید
تو نے بانٹا تھا وہ نور جو ہم تک پہنچا

تیرے ہی وسیلے سے ملی ہم کو حیات
پیغامِ خداوندِ جہاں ہم تک پہنچا

وہ ابرِ کرم تیرا کہ صحرائے عرب سے
ہے نور فشاں دیکھ عجم تک پہنچا

سیماب میں تاب تیرے نام سے آئی
ورنہ یہ ڈوب کے تھا بحرِ الم تک پہنچا

اے بادِ صبا

ذرا سننی جا اے بادِ صبا جب ارضِ حرم سے گزرے تو
وہاں عرض میری پہنچا دینا جہاں رحمتِ عالم رہتے ہیں

ہوگا وہاں گنبدِ خضرا بھی دیکھے گی نور کا دریا بھی
ذرا نظروں کو سمجھا لینا وہاں رحمتِ عالم رہتے ہیں

تھم جانا ان کی چوکھٹ پر وہ بارگاہ عرش سے نازک تر
بھر لینا نور سے جھولی کو وہاں کرم کے دریا بہتے ہیں

وہ حامد ہیں، محمود بھی ہیں وہ اللہ کے محبوب بھی ہیں
ربّ آپ کرے تعریف ان کی، ان کو ہی محمدؐ کہتے ہیں

کھو گئی دلوں سے یاد تیری وہاں لے جا یہ فریاد میری
آجائیں تیری یادیں واپس ہم راہیں تکتے رہتے ہیں

ہو جائے مداوا سب غم کا، سینہ ہو روشن مسلم کا
چل نکلیں تیری راہوں پر ورنہ تو بھٹکتے رہتے ہیں

انھیں صدق و عدالت بھی ہو عطا عثمانؓ کی وراثت دو آقا
دے قلب و جگر انہیں حیدرؓ کا جہاں نور برستے رہتے ہیں

یہ چاروں سوتے مل جائیں پھر پھول چمن میں کھل جائیں
یہ آبِ حیات عطا کر دیں ہم اس کو ترستے رہتے ہیں
ورنہ یہ لوگ گئے جگ سے یہ نام بھی تیرا لے نہ سکے
پس خوردہ کھائیں کافر کا یہ خود کو تیرا کہتے ہیں
کہہ دے کبھی تو اپنا ان کو کچھ ہوش آئے آقاؐ ان کو
اس دلدل کو پہچان سکیں جس میں یہ پھنسے رہتے ہیں
ہو حاصل پھر سے دولتِ دیں زندہ ہوں پھر ایماں و یقیں
چنگل سے نکلیں کافر کے یہ اس میں پلتے رہتے ہیں
گئی عزت ان سے، نام گیا۔ اب جان گئی ایمان گیا
خون ان کے پانی کی مانند ہر ملک میں بہتے رہتے ہیں
سیماب بھی ان کے خادم ہیں یہ آخر آپ کی امّت ہیں
یہ ان کو واپس لانے کے سب حیلے کرتے رہتے ہیں

نعت

تجھ کو اگر نہ پا سکوں کسی سے کہوں میں حالِ دل
کوئی میری سنے گا کب اور اس کو میں سناؤں کیوں

تیری حسین یاد بھی تیری طرح عزیز ہے
ہوں گے خفا تو لوگ ہوں میں اسے چھپاؤں کیوں

ٹوٹا جو دل تو پا گیا تیرے جمال کی جھلک
بکتا ہے گر یہ ٹوٹ کر میں اسے بچاؤں کیوں

ٹوٹا کس طرح سے یہ کرچیں کہاں کہاں گریں
توڑا ہے جس نے خود اسے اس کو میں یہ بتاؤں کیوں

تیرے قیام کے لیے تیرا ہی گھر بنا تھا یہ
آجائیے گا تجھ سے یہ غیروں کو یاں بساؤں کیوں

موت ہی حیات ہے آئے طلب میں گر تیری
جس راہ پہ ہو نہ منتظر اس پہ بھلا میں جاؤں کیوں

جو رازداں نہیں میرے کہتے فقیر ہیں مجھے
سینے میں لعل ہے دفن ان کو میں یہ بتاؤں کیوں

مینارۂ نور

نامِ محمدؐ روشن نور کا اک مینارہ ہے
ذات اپنی کے مظہر کو اس ذات نے خوب سنوارا ہے
ہے مخلوق نہیں شک اس میں لیکن وہ یکتا بھی ہے
دو عالم میں سب سے بڑھ کر اپنے ربّ کو پیارا ہے
حامد ہے، محمود بھی ہے اور مُحِب محبوب بھی ہے
یٰسین، طٰہٰ، نور، مزمّل ذکر انھیں کا سارا ہے
کفر و شرک کی تاریکی میں سارا عالم ڈوبا تھا
نورِ قرآں آپؐ ہی لائے جس نے اسے ابھارا ہے
قہر و جبر کی سخت چٹانیں بوجھ بنی تھیں انساں پر
آپؐ نے انسانوں کے سر سے ظلم کا بوجھ اتارا ہے

جور و ستم کی آنکھوں میں تب آنکھیں ڈالنا مشکل تھا
آپؐ نے بدر و اُحد سجا کر میداں میں للکارا ہے

توڑ دی آپؐ نے کُفر کی شوکت انساں کو آزاد کیا
سینکڑوں لات منات کو آپؐ نے کر دیا پارہ پارہ ہے

آپؐ ہی نے تو ہر مومن کا سینہ کوہِ طور کیا
ہر سجدے میں چشمِ مومن کرتی نُور نظارہ ہے

آپؐ ہی کے خدام کو دیکھو کیسے نادر لوگ تھے وہ
آپؐ ہی کی شفقت نے ان کو کیسا خُوب نکھارا ہے

دُنیا کی یہ ساری وُسعت انکے آگے سمٹ گئی
قُلزم میں بھی جن لوگوں نے اپنا اسپ اُتارا ہے

تھے وہ خادم تیرے در کے آج ہوئے بیگانہ ہم
تیرے قدموں کی مٹی سے خالی دامن سارا ہے

زد پر ہیں کفار کی پھر سے ظُلم و ستم میں پستے ہیں
اس مشکل میں آپؐ کو ہم نے پھر سے آج پکارا ہے

پھر دے ہم کو نُورِ ہدایت، دردِ دل ہو پھر سے عطا
آقا ہم یہ جان گئے اب یہی علاج ہمارا ہے

جُرأت دے جینا کی رب کر دے اسلامی غیرت بھی
ورنہ تو کافر کے مقابل ابتر حال ہمارا ہے

یا اللہ پھر سُن لے اپنی تیرے نبیؐ کے خادم ہیں
اک تیرا در اپنی خاطر، دشمن تو جگ سارا ہے

دے شعور ہمارے دِل کو چشم بِینا پھر سے دے
دیکھ سکیں وہ نُورِ نبوّت رعنیوں کا دھارا ہے

بدلے قسمت پھر سے اپنی ہاتھ ہو انکے دامن پر
رحمت پھر تیری ہو حاصل جس کا ہمیں سہارا ہے

پھر سے عطا ہو عشقِ محمدؐ روشن پھر سے سینے ہوں
مار دے نفسِ امارہ یا ربّ نفس نے ہم کو مارا ہے

دیکھو تو سیماب کی قسمت لگتی کتنی پیاری ہے
لکھنے بیٹھے نعتِ نبیؐ تو لگتا کتنا پیارا ہے

روشن رستے

اے بادِ صبا گر گزرو تم اس شہر کے روشن رستوں سے
ان روشن روشن گلیوں سے جہاں بستا ہے محبوب میرا
جہاں رات بھی دن ہو جاتی ہے واں تاریکی کا گذر نہیں
تیری بھی تو وہی منزل ہے جہاں بستا ہے محبوب میرا
انھیں دیکھنا میری آنکھوں سے وہاں میرا دل قربان کرنا
در چومنا میرے ہی لب سے وہاں بستا ہے محبوب میرا
لے جاؤ محبّت بھی ساری، سب عشق کے نغمے بھی لے جا
لٹوا دے سارے اس در پر جہاں بستا ہے محبوب میرا
میری ہوش کو اپنے ساتھ لے جا میرے دل کی دھڑکن لیتی جا
اس در پہ اسے پھیلا دینا جہاں بستا ہے محبوب میرا
یہ دھڑکن حالت کہہ دے گی جو آج ہے ان کی اُمّت کی
وہاں میں تو لب نہیں کھولوں گا جہاں بستا ہے محبوب میرا
یہ حال بھی ان سے کہہ دینا جو ملک میں دیکھا ہے تُو نے
شاید وہ کرے اک نظرِ کرم، کر سکتا ہے محبوب میرا

شائد وہ جذبِ دروں دے دے شائد ہو دردِ دل بھی عطا
اللہ کو پانے کا جذبہ دے سکتا ہے محبوب میرا

یہ ساماں گر لے آئے تو پھر دیکھ صبا کیا ہوتا ہے
پھر اپنے چمن کو خوشبو سے بھر سکتا ہے محبوب میرا

یہاں بدلیں سب حالات بھی ہم یہاں بدلیں دن بھی رات بھی ہم
پھر روشن نور کی قندیلیں کر سکتا ہے محبوب میرا

قانون ہوں رخصت کافر کے اسلام کا جھنڈا گاڑیں ہم
کر گزریں جان پہ کھیل کے ہم مل سکتا ہے محبوب میرا

اس گلشن میں جو پھول کھلے لپٹا ہو درود اس کے اندر
دل دھڑکیں نام سے اللہ کے اونچا ہو محبوب میرا

اس راہ پہ موت ہی آجائے سیماب خدا کا شکر کرے
یہ موت وہاں لے جائے گی جہاں بستا ہے محبوب میرا

○

اپنے شیخ کے فراق میں کہا گیا سرائیکی میں

آویں ہا ماہی رَل مِل بہاں ہا
لمبیاں نے راتاں گالیں کراں ہا

لد گئے او ویلے ڈھلدے پچھاویں   خوش بختی کے بہناں اک بہے دی ساتھ
اجڑی حویلی مُڑ نہئیں جا ڈیکھی   ہک جھٹ جے آویں ہا رَل کے ڈُکھار

آویں ہا ماہی رَل مِل بہاں ہا
لمبیاں نے راتاں گالیں کراں ہا

لمبیاں نے راہواں پینڈے چوکھیرے   کہلی اے جندڑی جھنجھٹ بتیہرے
یاداں نے تیریاں ساتھی سفر وِچ   آویں ہا تو بھی رَل کے ٹُراں ہا

آویں ہا ماہی رَل مِل بہاں ہا
لمبیاں نے راتاں گالیں کراں ہا

سوہنی بنائی اسے ربّ نے خُدائی   ہک بھے تو جیہی اے صُورت بنائی
نئیں نظری آیا کوئی تیڈا ثانی   ساہنویں جے تھیویں ہا رج کے ڈیکھاں ہا
آویں ہا ماہی رَل مِل بہاں ہا
لمبیاں نے راتاں گالیں کراں ہا

وادیاں، دریا، گلشن تے صحرا   سب جاگیں ڈِٹھیاں ہک ہک تے جا جا
تیڈے جیہا کوئی فقیرا نئیں ڈِسدا   ہک توں جے لبھیں ہا سب کوں چھڑاں ہا
آویں ہا ماہی رَل مِل بہاں ہا
لمبیاں نے راتاں گالیں کراں ہا

○

غزلیات

○

تم سے کچھ سُننے کی خواہش کیسی انوکھی خواہش تھی
سینے میں بھی تڑپاتی تھی پُوری ہُوئی تو دکھ ہی مِلا

○

اب تو میرے ہو بس مرگ بدل مت جانا
یہی کہتے تھے وہ جب ہم سے ملا کرتے تھے
زیست کے پھندوں میں گئے چھوڑ وہ تنہا اکرم
جو کبھی نام سے حُوروں کے جلا کرتے تھے

عشق

عشق ہے تیری یاد ہے یاد کر ہے تیرا
گئی رُوح فقط پاس میرے جسم ہے میرا
سُنتے تھے جہاں میں بہت عشق کے قصّے
پایا نہ کبھی دل میں کسی اور کا ڈیرہ
یہ خواب ہے، افسانہ ہے یا ایک حقیقت
اپنا تھا کبھی دل جو، ہوا آج وہ تیرا
بے تاب نگاہوں میں طلب تیرے حُسن کی
تجھے پاؤں کہاں کس سے پتہ پُوچھوں میں تیرا
سب کہتے ہیں تو دِل میں ملے گا وہیں دیکھوں
انہیں کیسے کہوں پاس نہیں دل بھی تو میرا

دیوار ہے یہ عالمِ مادی میرے آگے
ہو جائے ختم کاش یہ جیون کا بکھیڑا
پاؤں تجھے سامنے جی بھر کے میں دیکھوں
جھپکوں نہ پلک نہ کبھی پھیروں میں چہرہ
ہو جاؤں فنا حُسن کے پرتو میں تیرے
مٹ جائے نشاں دہر کی الواح سے میرا
ملی خبر ہے مجھے تیرے نبی پاکؐ کے دَر سے
پانا ہی تجھے مقصدِ تخلیق ہے میرا
تجھے پانے کا یہ سہل طریقہ بھی ملا ہے
جو جان سے جائے گا پتہ پائے گا تیرا
لایا ہُوں فقیرؔ اپنی متاع در پہ نبیؐ کے
بِک جاؤں یہاں کاش پتہ پاؤں میں تیرا

"توبہ"

قاصد کو سمجھا لو اپنے، روک لو اپنی یادوں کو
آخر کو ہم توبہ کر کے مسجد میں جا بیٹھے ہیں

آنکھیں موند کے قبلہ رو ہم یادِ خدا کو بیٹھ گئے
کافر ہے دِل کہتا ہے ہم تیرے گھر جا بیٹھے ہیں

توبہ توبہ کہہ کر سمجھے اپنی عادت چھُوٹ گئی
دیکھو کتنے سادہ ہیں ہم کیا دھوکا کھا بیٹھے ہیں

رستہ چلتے سوچ رہے تھے اب تو بچ کر نکلیں گے
ہوش میں آئے تو یہ دیکھا اسی جگہ جا بیٹھے ہیں

آج تو وہ بھی پُوچھ رہے تھے کیسی توبہ کرتے ہو
لے ڈوبے ہم توبہ کو بھی کئی قسمیں کھا بیٹھے ہیں

بے ہوشی میں ٹوٹ گئی تھی ورنہ ہم تو پکّے تھے
اُلجھی زُلفوں میں ہم اپنی توبہ اُلجھا بیٹھے ہیں

ٹوٹ گئی گر توبہ اپنی پھر توبہ ہی کر لیں گے
کوئی تو روکے ان کو بھی جو توبہ تڑوا بیٹھے ہیں

توڑ تو ہم دیتے ہیں توبہ لیکن چھوڑ نہیں دیتے
پھر سے دیکھو توبہ کر کے اسی جگہ جا بیٹھے ہیں

پکڑیں گے سیماب کو مُرشد شاید بات سنور جائے
چھوڑ کے دونوں عالم کو ہم کس جگہ جا بیٹھے ہیں

لذّتِ وصال

آنسو بہتے دیکھ کے ہمدم کیوں گھبرانے لگتے ہو
ہم نے تو ان پلکوں پر سے خُون برستے دیکھا ہے

دِل سے جو شعلہ اُٹھتا ہے آنسُو بن کر بہتا ہے
آگ کے شعلوں کو بھی ہم نے پانی بنتے دیکھا ہے

جیت کی خواہش رکھنے والے آخر بازی ہار گئے
ہارنے والوں کی بازی کو جیت میں ڈھلتے دیکھا ہے

دردِ جُدائی کا سہہ لینا شب بھر بھی آسان نہیں
بچھڑتے سُورج کو بھی ہم نے خُون اگلتے دیکھا ہے

عقل وخرد کے پیمانوں میں تول سکو گے اُلفت کو
عشق کے آگے عقل کو ہم نے پانی بھرتے دیکھا ہے

جس کو وصل نصیب ہو جائے ہونٹ اسکے سِل جاتے ہیں
راہ میں رہنے والوں کو ہی باتیں کرتے دیکھا ہے

وصل کی لذّت کیا ہوتی ہے یہ پُوچھو ان لوگوں سے
جن کو ہم نے دو عالم سے ہاتھ جھٹکتے دیکھا ہے

آنکھیں بند ہیں گردن نیچی دِل کی دھڑکن تک خاموش
دیکھنے والوں کو تو یوں بھی ہم نے تکتے دیکھا ہے

دیکھو تو سیماب کو آخر یہ کیوں بے کل رہتا ہے
شنگرف آسا گود سے ہم نے اسکو بچھڑتے دیکھا ہے

شکوہ

شکوہ یہ نصیبوں کا اک رسم ہے ورنہ
افتاد ہے کردار کی جو ہم پہ پڑی ہے

چوما تھا گُلِ تازہ کو بے تابی سے ہم نے
معلوم تھا گلشن میں سزا اسکی کڑی ہے

ہم نے تو چمن کو تھا بہاروں سے سجایا
سُنتے ہیں میرے بعد وہاں گرد اُڑی ہے

بےکار ہے اب دیکھنا راہ اور کسی کی
اک موت ہے تنہا جو میرے در پہ کھڑی ہے

ملنا تھا تیرا ہوشربا ، دیکھ مگر اب
اُٹھنا تیری محفل سے قیامت کی گھڑی ہے

خاموشی لبوں پہ ہے انگارہ ہیں آنکھیں
اک نوکِ سناں جیسے سینے میں گڑی ہے

سنبھلو تو فقیرؔ اب بھی یہ لوگ کیا سوچیں گے
کیوں ٹپکے ترے آنسو کہاں چوٹ پڑی ہے

○

دِل کی لگی

کون سمجھے گا میرے دل کی لگی
تو ہی گر اس کی وجہ سمجھا نہیں

رُوٹھنا تو ہے تعلق کی دلیل
بھُول ہی جانا ہے کیا سمجھا نہیں

تُجھ کو بھولی ہیں میری یادیں سبھی
ہو گیا ایسا بھی کیا سمجھا نہیں

آرزُو میری تھی جس کی ہمسفر
لُٹ گیا وہ قافلہ سمجھا نہیں

تیرے وعدوں پر یقیں ہے آج تک
مَیں نے ایسا کیوں کیا سمجھا نہیں

قعرِ دریا میں بنے گی جان پر
ساتھ تھا کچا گھڑا سمجھا نہیں

گُل رُخ و غُنچہ دہن سیمیں بدن
مَیں نے تھا یہ کچھ کہا سمجھا نہیں

یاد ہے تجھ کو وفا پر ناز تھا
کیا ہوئی تیری وفا سمجھا نہیں

جاں لبوں پر ہے مگر آنکھیں ابھی
دیکھتی ہیں راستہ سمجھا نہیں

اپنے ہی لب سے ہے کیوں آنے لگا
تیرے لب کا ذائقہ سمجھا نہیں

لے چلا پھر سے تیرے در پر ہمیں
کرتا ہے سیماب کیا سمجھا نہیں

چاند محبوب

یاد تیری دل سے کیوں جاتی نہیں
اس کے پیچھے بھی تمہارا ہاتھ ہے

کیوں اُڑا پھرتا ہے بادل اس طرح
کون جانے کس ہوا کا ساتھ ہے

برس پڑنے کی خطا بادل نے کی
دراصل ظالم رُتوں کی بات ہے

ہے کلی اس بات تک سے بے خبر
پھول بننے میں تو اس کی مات ہے

تیرے جانے سے گیا موسم کا لُطف
کتنی پھیکی اس دفعہ برسات ہے

آ بھی جا موسم بدل جائیں گے سب
موسموں کا رنگ تیرے ساتھ ہے

چاند کی تعریف کی تھی شعر میں
لوگ کہتے ہیں تمہاری بات ہے

آؤ مل بیٹھیں کبھی پھولوں کی اوٹ
جیسے پھولوں خوشبوؤں کا ساتھ ہے

دیکھتا ہوں اپنی یادوں میں تجھے
یُوں ہوں ویرانہ ہے لمبی رات ہے

پھر تڑپتا ہے دِل ناداں فقیہ
یاد پھر تُو نے کیا ! کیا بات ہے ؟

محبّت کا قیدی

وفا کر کے دیکھا دُعا کر کے دیکھا
دلِ ناتواں پر جفا کر کے دیکھا

نہ بدلی تیری خُو نہ بدلا مقدر
تجھے ہم نے اپنا خدا کر کے دیکھا

بڑھا مرض ہی، دِل کو جو لگ چکا تھا
جہاں میں مِلی جو دوا کر کے دیکھا

تجھے رقصِ بسمل کا تھا شوق ایسا
کہ اپنوں کا سر بھی جدا کر کے دیکھا

نہ اُٹھے فقیر ہم تیرے دَر سے ہرگز
رہے قید، تُو نے رہا کر کے دیکھا

○

حقائق

جانا ہے تمہیں جاؤ پر اتنا کیا کرنا
گر یاد میری آئے ملنے کی دُعا کرنا

کیا خوب نصیحت ہے کیا پیاری باتیں ہیں
کہتے ہو چلے ہم تو تم صبر کیا کرنا

یہ صبر کیا ہوتا ہے کیسے کیا جاتا ہے
جب ہو نہ سکے کچھ بھی چپکے سے سہا کرنا

یہ بات نہ ہم سمجھے شاید نہیں سمجھیں گے
تڑپانا دلوں کو بھی پھر ان کی دوا کرنا

زندوں کو جلاتے ہو مردوں کو کرو زندہ
بیشک یہ نرالا ہے ایسا ہی کیا کرنا

کیا خوب زمانہ تھا کیا خوب گزرتی تھی
پھر ملنا تمہارا وہ ، اور حشر بپا کرنا

ہے یاد تمہیں وہ دن لوٹا تھا سکوں میرا
کہتے تھے مجھے اس دن میرے حق میں دعا کرنا

تو ہی نے تو مارا ہے اک طرفہ تماشہ ہے
تیرا ہی میرے حق میں جینے کی دعا کرنا

زخموں میں میرے دل کے نشتر سی چبھوتا ہے
ہرجائی کا تجھ جیسے تلقینِ وفا کرنا

مت چھیڑ مجھے ہمدم کچھ اور نہ کہہ دوں میں
مجھے یاد ہے سب تیرا اک پل میں دغا کرنا

چڑ کے بھی لگاتے ہو نسخے بھی بتاتے ہو
کہتے ہو کہ زخموں پر کچھ نمک ملا کرنا

تم بھی تو عجب شے ہو کتنوں سے چلے کہہ کر
میں صرف تمہارا ہوں مجھے یاد کیا کرنا

پھر بعد میں کہتے ہو یہ کام نہیں اچھا
میری ان باتوں کا مت اثر لیا کرنا

سوچا ہے کبھی تم نے جانا ہے قبر میں بھی
اللہ کا وعدہ ہے پھر حشر بپا کرنا

پکڑیں گے تیرا دامن تب ہاتھ ہزاروں کے
اک ایک سے پھر اس دن تم سمجھ لیا کرنا

دیکھیں گے تمھیں ہم بھی کیا چال ہو اب چلتے
ابھی اور ہے کس کس سے تمھیں عہدِ وفا کرنا

کتنوں کا سکوں لوٹا کس کس کو اجاڑا ہے
کیوں باز نہیں آتے ابھی اور ہے کیا کرنا

تم نے تو جہاں بھر میں ہے آگ لگا رکھی
اب باقی عُمر یوں ہی ہر دیس پھرا کرنا

کوئی ایک وطن ہو تو کوئی ایک زباں بھی ہو
ہر دیس کی بولی میں اب وعدے دیا کرنا

یہ کرتے کیسے ہو دل سب کے لے لینا
بدلے میں فقط ان کو اک خلش دیا کرنا

اک بات تو بتلاؤ تمھیں لوٹا تھا کس نے
پھر یہ بھی کہا ہو گا اب بدلے لیا کرنا

ہر چہرے کی رنگت میں تکتے ہو اسی کو تم
ہر ایک سے مِل لینا اسے دیکھ لیا کرنا

خود غرضی ہے یہ کیسی مقصد کیلئے اپنے
کھلتے ہُوئے پھُولوں سے رنگت کو جُدا کرنا

اَب ساتھ تیرے رہ کر دیکھا ہے وہ قاتل بھی
جیسے تم بھی یہ کہتے ہو ذرا چھپ کے رہا کرنا

تم کتنے پیارے ہو تم کتنے بھولے ہو
ظاہر ہے، تیرا ایسا باطن ہے جفا کرنا

تم قتل بھی کرتے ہو، انداز نرالا ہے
یوُں دِل میں اُتر جانا پھر دُور رہا کرنا

مَر بھی تو نہیں سکتے، تم مارتے ہو جن کو
ہے ان کے مقدر میں مَر مَر کے جیا کرنا

تم خود بھی تو روتے ہو ذرا چھپ کر لوگوں سے
پھر لوگوں سے مل لینا ذرا ہنس لیا کرنا

آسان نہیں ہوتا گھر پھونکنا اوروں کا
اس کام کی خاطر ہے خود بھی تو جلا کرنا

جلتا ہوا ہر جگنو سوراخ تو کرتا ہے
جس رات کے دامن میں اسکو ہے جلا کرنا

اس حال میں تو ہمدم مرجانا بھی مشکل ہے
تم تو ہمیں کہتے ہو جینے کی دعا کرنا

ہر ایک کے ہاتھوں میں ہے دامن تار اپنا
زخموں کو تیرے دل کے ہے کس نے سیا کرنا

شکوہ بھی ہے لوگوں کو تجھے پیار بھی کرتے ہیں
کہتے ہیں یہی ساغر ہمیں اور دیا کرنا

مشکل ہے اسے پینا یہ درد بڑھاتا ہے
حاجت ہے تمہاری تو زخموں کی دوا کرنا

گو عقل نہیں سمجھی پر دل میں اٹکی ہے
ہم ہر پل تڑپیں گے کبھی دیکھ لیا کرنا

یہ جان بھی تمہاری ہے یہ جسم تمہارا ہے
لے جاؤ یہ سب پونجی راہوں پہ فدا کرنا

جن راہوں پہ تم پاؤ قدموں کے نشاں ان کے
دینا وہاں بوسہ بھی وہاں اشک رواں کرنا

کوئی پودا ہو اس راہ پر اسے خونِ جگر دینا
پھر قلب کے ذرّوں کی اسے کھاد دیا کرنا

گر نظر پڑے ان کی پھر دیکھنا تم ان کا
ان ذرّوں کو چمکا کر مہرِ عرش نشان کرنا

سودا ہے محبّت کا یہ عشق کی باتیں ہیں
یہ خرد کا احساں ہے انہیں پہ بھی گماں کرنا

اب بس بھی کرو باتیں سرِ مقتل شکوہ کیا
ہاں دار کو چُوم کے ہے جذبوں کو جواں کرنا

یہ عشق کی نگری ہے رہ پاؤ گے تب اس میں
آ جائے اگر تم کو اپنے کو فنا کرنا

لے آئی بہار آخر تم کو بھی سرِ مقتل
ہے شوق تمہارا بھی سر ان پہ فدا کرنا

سیماب نے روکا تھا سمجھایا بھی تھا تُم کو
یُوں فصلِ بہاراں میں باہر نہ پھرا کرنا

آئینہ

عمر بھر تڑپا کیے ہم دید کو
دید نے تو اور بھی تڑپا دیا

وصل کو سمجھے تھے راحت کا سبب
اس نے شعلہ اور اک بھڑکا دیا

سوختہ دل ، خون جگر ، دیدۂ تر
عشق نے تیرے مجھے کیا کیا دیا

ہجر میں بھی موت تو سر پر کھڑی
وصل نے تو اس کو بھی ٹھکرا دیا

دُور پیچھے رہ گئے ارض و سما
تیری راہوں نے کہاں پہنچا دیا

لوگ کہتے ہیں مجھے دیوانہ اب
تیرے قرباں کیا عجب تحفہ دیا

دیکھتا ہُوں میں تجھے ہر پل فقیر
دِل نے جَل کے خُوب آئینہ دیا

○

موسم

تیری یاد کو پھر سے بیدار کرنے
سرِ بزم پھر سے مجھے خوار کرنے

سولی تنی پھر میرے منتظر گاں کی
میرے آنسوؤں کو سرِ دار کرنے

پھر آئی فضاؤں میں بو باس تیری
بڑھائی ہے بادل نے پھر پیاس میری

یہ سورج کا چھپ چھپ کے چہرہ دکھانا
یہ کرنوں کا بادل سے چھن چھن کے آنا

اڑتے ہوئے بادلوں کا بکھرنا
بکھرتے بکھرتے بگڑنا سنورنا

بچھڑنے کو ہے دن گلے مل رہا ہے
یوں سرخی سے بادل کا دل ہل رہا ہے

جدائی کا حاصل، اندھیرے کی چادر
شب غم نے سارے چھپائے ہیں منظر

اندھیرے میں بادل برس تو پڑیں گے
سیاہی ہجر کی مگر دھو نہ دیں گے

طلوع ہوگا سورج وصل کا افق سے
تو سیماب دیکھے گا منظر سحر کے

"اس دیس کی پونجی"

دِل کی دُنیا میں یہ پھر شور ہے کیسا
ہر کوچہ و بازار میں ہنگامہ بپا ہے

امیدوں کے سر کٹتے ہیں لٹتی ہے تمنا
لاشہ جہاں دیکھو کوئی تڑپ رہا ہے

پانی کی جگہ خون کے بہتے ہوئے دریا
کس شوخ نے مقتل میں اسے بدل دیا ہے

اُجڑا ہوا یہ شہر تھا ویران تھی بستی
لوٹا تھا اِسے تُو نے تجھے بھول گیا ہے

پھر یاد کے لشکر کو کیا تُو نے روانہ
بجھتے ہوئے انگاروں کو پھر پھونک رہا ہے

تو لُوٹ کے لے جائیگا اس دیس کی پونجی
ہو جائیگا ایسا بھی تجھے کس نے کہا ہے

سرمایہ یہاں کا ہے فقط نام تمہارا
جو دُور بہت دُور بہت دُور گڑا ہے

○

ضبطِ محبّت

کی ہو گی محبّت مجنوں نے پر ضبطِ محبّت کر نہ سکا
اس سے پتنگا بھی اچھا خاموشی سے مَر جاتا ہے

یہ چاک گریباں کر لینا آہیں بھرنا باتیں کرنا
حاصل ہے فقط اس کا اتنا بدنام انہیں کر جاتا ہے

ہو گی یہ محبّت ہی بے شک پر اپنی خواہش سے ہو گی
تکمیلِ خواہش کی خاطر انساں ایسا کر جاتا ہے

وہ جس کو محبّت کہتے ہیں خواہش سے بالا ہوتی ہے
واں خواہش قربان ہوتی ہے ہر خواہش کا مر جاتا ہے

شعلے تو لپکتے ہوں دل سے سینے میں لاوا پکتا ہو
ہونٹوں پہ ہنسی کو پھیلا کر یہ راز دفن کر جاتا ہے

بستا ہے عاشق دُنیا میں، دُنیا اس میں نہیں بس سکتی
محبُوب کی خاطر بستا ہے اس کی خاطر مَر جاتا ہے

بن جانا مجنوں آسان ہے یہ کام اتنا آسان نہیں
ظالم ہے بہت دُکھ ہنسی کا، یہ ہڈیوں میں بھر جاتا ہے

دیکھو تو لگتا خوش بھی ہے، خوش پوش بھی ہے خوش باش بھی ہے
مت جھانکو اندر مقتل ہے یوُں دیکھ کے دِل ڈر جاتا ہے

سیماب کو بیشک ساتھ رکھو دیکھو تو سدا خوش رہتا ہے
مَت دینا اس کو آنچ کبھی یہ چھکنے سے مَر جاتا ہے

سب کا محبوب

سبھی کا ہے تو اور کسی کا نہیں ہے
تجھے ہم نے اپنا بنا کر بھی دیکھا

بتوں کے تو دل میں بھی پتھر بھرے ہیں
ترے سامنے سر جھکا کر بھی دیکھا

چلا توڑ کر میرے دل کو گیا تو
ترے راستے میں بچھا کر بھی دیکھا

جلاتی ہے دل کو لگی آگ دِل کی
تجھے دِل میں اپنے بسا کر بھی دیکھا

ہمیں بھی تڑپ کا مزہ دیکھنا تھا
تیرے سامنے سر کٹا کر بھی دیکھا

بُھلانے کی خواہش بڑھاتی ہے یادیں
تجھے میرے دِل نے بُھلا کر بھی دیکھا

کُھلے گا کبھی تو نصیب اپنی خاطر
تیرے در پہ برسوں یہ جا کر بھی دیکھا

غزل

ادھر دیکھو قیامت ہو گئی ہے
انھیں پھر سے محبّت ہو گئی ہے

روئیں گے بیٹھ کر راتوں کو پھر سے
انھیں رونے کی عادت ہو گئی ہے

منع کرتے ہیں ہم ان مشغلوں سے
انھیں ہم سے عداوت ہو گئی ہے

بنا ہے آج واعظ ان کا رہبر
یہ ان سے پھر شرارت ہو گئی ہے

افاقہ ہو گیا تھا کچھ جنوں میں
مگر پھر سے شکایت ہو گئی ہے

انھیں تھا ناز تیری دوستی پر
یہ شوخی اب تو رخصت ہو گئی ہے

تھی ضامن کامیابی کی ہمیشہ
مگر اب اپنی قسمت سو گئی ہے

تیری تصویر آنکھوں میں بسی تھی
زمانے کی گرد میں کھو گئی ہے

تیری باتوں میں تلخی کیا غضب ہے
یہ بجلی تیرے لب میں سو گئی ہے

سُنا کر دُور سے اب اُن کی باتیں
انھیں باتوں کی عادت ہو گئی ہے

اب ہر تصویر میں دیکھیں تجھی کو
یہی کچھ انکی حالت ہو گئی ہے

چھپا لے ہم سے لیکن بات تیری
جہاں بھر میں حکایت ہو گئی ہے

بتا نا تیری اُلفت کی مثالیں
زمانے کی روایت ہو گئی ہے

نہ کھل جائے کہیں سیماب کی آنکھ
ابھی تک روتے روتے سو گئی ہے

○

برتھ ڈے گفٹ

زندگی میں کچھ تو رونق بھی رہے
چند لمحے ہی سہی اپنے لیے

دوستوں کو گھر بلانے کے لیے
زندگی کو بھول جانے کے لیے

یاد کر کے زندگی کا حادثہ
ہم منا لیتے ہیں اک تہوار سا

اپنے سارے اس میں آجاتے ہیں لوگ
تحفہ بھی کوئی تو لے آتے ہیں لوگ

چین کی گڑیا ہو، جاپان کا
ریڈیو، باجا یا کوئی کیمرہ

ہند کا ہو عطر یا ہو گلف سے
سونے چاندی کی گھڑی کوئی بھیج دے

جوتا انگریزی بہت مشہور ہے
گرچہ یورپ ہم سے تھوڑا دُور ہے

اور امریکہ میں ایک ہی تحفہ ہے
یعنی اس جادوستی کا دھوکہ ہے

دیکھا تھا میں نے کبھی افریقہ بھی
بستے دیکھا میں نے واں امریکہ ہی

اب بتا کیا بھیج دُوں تیرے لیے
تحفے ہیں سارے دکانوں میں سجے

ایک ہے دل بھی مگر ٹوٹا ہوا
اس جہاں میں بارہا ٹوٹا ہوا

ایک گوشہ اس کا تھا ویراں ضرور
بن رہا ہے اب تو ویرانہ بھی طور

یاد ہے تھا اس میں اک صحرا کبھی
پھول کھلتے ہیں وہاں دیکھو ابھی

اس میں کچھ پہلو تو ہیں مشکل ضرور
آج بھی ہے بعض گوشوں میں فتور

ہیں کہیں باغی، کہیں گستاخ بھی
کچھ چٹانیں ہیں بہت سنگلاخ بھی

چشمے تو ان میں بھی تھے پھوٹے ہوئے
ہاں مگر کچھ لوگ ہیں روٹھے ہوئے

یُونہی اس میں اک جہاں آباد ہے
ایک گھر بستا ہے اک برباد ہے

دیکھتا ہُوں آج جب تیرے لیے
قیمتی لگتا ہے مجُھ کو سب سے یہ

پونجی ہے میری جہاں میں بس یہی
اور دینے کے لیے کچھ بھی نہیں

نذر کرتا ہُوں تجھُے تحُفے میں یہ
نام لکھا ہے تیرا بھی دیکھ لے

اس کے اندر ایک دُنیا ہے تیری
یاد تیری بھی تو ہے اس میں بسی

گرچہ تحُفے میں تجھے دیتا ہُوں یہ
بات سچّی بھی کہوں گا سُن تو لے

تیرا احساں ہے اسے سنبھال لے
اب گیا یہ کام سے بیماّب کے

گلدستہ

پھر کھولا ہے یاد نے تیری دل دروازے کو جا کر
دردِ ہجر بھی پھر جاگ اُٹھا ہے اس کی آہٹ کو پا کر

تیری یاد کا دامن بھی تو پھُولوں کا گلدستہ ہے
وصل میں کِھلنے والا ہر گل دیکھ اسی میں بستا ہے

سُرخ، سبز اور نیلے پیلے اودے رنگوں والے ہیں
اُنگلیاں پھیری تھیں زُلفوں میں وہ گلاب تو کالے ہیں

پھر بھی بسی ہے ان سب میں خوشبو تیرے رخساروں کی
لب کی سُرخی، شیرینی بھی ہے بُوباس بہاروں کی

تیرے وعدوں کی ڈوری میں کس خوبی سے باندھا ہے
چھپ کر جس سے باتیں کی تھیں دیکھ اسی نے باندھا ہے

کچھ نوکیلے کانٹے بھی ہیں ازلی رشتہ داروں کے
چھل گئے ان کی نوک سے لب تک تیرے جانِ نثاروں کے

لیکن خوں کی سرخی بھی تو تازہ پھول کھلاتی ہے
بہتی ہے گر میرے لب سے تیرے کام تو آتی ہے

ہم نے تو آنکھیں بھی تیری راہوں میں بچھوائی ہیں
دِل بھی دیں گے جاں بھی دیں گے آخر کو سودائی ہیں

دِل میں رکھ سیماب کو اپنے گر ہے تو نے بہچانا
بکھر گیا تو مشکل ہو گا ریت کے ذرّوں سے پانا

فسانۂ عشق

عشق و محبت کے افسانے لکھتے عمریں بیت گئیں
عاشق کے دِل پر کیا بیتی یہ کہنا آسان نہیں

باتیں ہجر و وصل کی بے شک شعروں میں ڈھل جاتی ہیں
وصل و ہجر کو قلب و جگر پر یوں سہنا آسان نہیں

پتھر کھانا شور مچانا تو شاید آسان بھی ہو
دار پہ جھول کے لذّت پانا یہ اتنا آسان نہیں

اُلجھی زُلفوں کو سُلجھانے کی باتیں آسان تو ہیں
ان کے رُخ سے زُلف ہٹانا یہ اتنا آسان نہیں

لب و رخسار کے افسانوں سے دل بہلائے جاتے ہیں
لب ان قدموں تک پہنچانا یہ اتنا آسان نہیں

ان کو پا لینے کی خواہش تو ہر دل نے پائی ہے
ان کی خاطر خود بک جانا یہ اتنا آسان نہیں

شاخِ گل پہ بیٹھ کے نغمے تو بلبل کہہ سکتا ہے
ہجر میں وصل کے نغمے کہنا یہ اتنا آسان نہیں

چھوڑنا جگ کو ان کی خاطر شاید یہ بھی مشکل ہو
ان کا ہو کر جگ میں رہنا یہ اتنا آسان نہیں

دیکھو تو سیماب کو آخر سارے جگ میں پھرتا ہے
عمر بھر اس کا ساتھ نبھانا یہ اتنا آسان نہیں

دِل کی باتیں

مَیں دِل کی باتیں سُنتا ہُوں یہ تیری باتیں کرتا ہے
ہے بستا میرے پہلو میں یہ خادم تیرے دَر کا ہے

تیرے حُسن کو دیکھا ہے اس نے تیرے ہاتھ کو چوما اس نے
تیری خُوشبو آتی ہے اس سے جب تیری باتیں کرتا ہے

کبھی چشم و ابرو کا قصّہ ، شیرینی تیرے ہونٹوں کی
مَت چھیڑ اسے مَت پُوچھ اسے یہ بھیدی تیرے گھر کا ہے

کبھی قِصّہ تجھ سے مِلنے کا ، آغوش میں پھُول سے کھِلنے کا
یہ اس کی آس پہ زندہ ہے یہ تیرے نام پہ مرتا ہے

کبھی زُلفیں کھولتا ہے تیری ، پھر چاند کو تکتا ہے ان میں
یُوں ہجر کی لمبی راتوں میں پھر تیرا نُور اُبھرتا ہے

پھر ہم بھی دیکھنے لگتے ہیں پر کیسے دیکھ سکیں تجھ کو
کچھ تُو نے چلمن تانی ہے کچھ آنکھ میں پانی بھرتا ہے

اک بات فقیر کی سُن تو لو ، باتیں نہ کرو پردے میں رہو
اس بزم کی ساری رعنائی میں تیرا نُور نکھرتا ہے
مَیں دِل کی باتیں سُنتا ہوں یہ تیری باتیں کرتا ہے

کیوں سمجھانے بیٹھے ہو

دِل تو دِل ہے کب سمجھے گا، کیوں سمجھانے بیٹھے ہو
جو کہنا ہے کر گزرو، کیوں وقت گنوانے بیٹھے ہو

شہرت یا بدنامی ہو گی، لوگ تماشہ دیکھیں گے
سادہ ہو تم وہم کی اوٹ میں جان بچانے بیٹھے ہو

لوگوں کے سینوں میں دل ہیں لوگ بھی تڑپا کرتے ہیں
کون کرے گا فکر تمہاری کیسے بتانے بیٹھے ہو

عاشق ہو یا آج کے تم بھی سادہ نیک مُسلماں ہو
کام لگا کر ربّ کے ذمّہ، تنبو تانے بیٹھے ہو

عقل تیری تو سمجھ گئی ہے جو سمجھایا مغرب نے
وہی سبق اب بار میرے دل کو سمجھانے بیٹھے ہو

پاگل ہو تم دیوانے ہو، عقل سے یکسر بیگانے ہو
اپنا ہاتھ ہے شہ رگ اپنی، چھُری چلانے بیٹھے ہو

دل مُردہ بھی ہو جائے تو پھر بھی دِل ہی رہتا ہے
کیوں دِل چھوڑ کے اپنا، ہم کو حال سُنانے بیٹھے ہو

شروع کرو تم ذِکر اللہ کا یہ تو پھر جی اُٹھے گا
دِل کے آبِ حیات سے آخر کیوں بیگانے بیٹھے ہو

دِل جلتا ہے تو دو عالم روشن ہوتے جاتے ہیں
تم دُنیا کی فکر میں ہو، اک شمع جلانے بیٹھے ہو

جیسے بھی توڑا ہے دِل کو لے جا اس کو طیبہ میں
جب پُوچھیں تو فوراً کہنا دل جڑوانے بیٹھے ہو

اس کو پھر سے زندہ کر کے، روشنیوں سے بھر دینگے
کیوں سیماب سے باتیں کر کے وقت گنوانے بیٹھے ہو

سودائے محبّت

ہم نے دل کو بہت لٹایا، خُوشیاں بانٹیں، بانٹا پیار
گر کچھ بچتا ہے تم لے لو اب ہم جانے والے ہیں

لمبی رات کی تنہائی میں آنکھ میری کُھل جاتی ہے
پتہ کھڑکے یُوں لگتا ہے اب وہ آنے والے ہیں

کیسی ظالم رُت ہے یا ربّ خیر ہو اپنی توبہ کی
وہ بھی پاس ہیں جنگل بھی ہے بادل چھانے والے ہیں

کہہ لینے دو لوگوں کو بھی جو وہ کہنا چاہتے ہیں
لوگ ظالم تو بستے گھر کو آگ لگانے والے ہیں

اُجڑ چکی تھی یہ بستی بھی لوگ یہاں کیوں آئے ہیں
شاید اس ویراں کھنڈر پر محل بنانے والے ہیں

تم آ جاؤ گر چپکے سے کیسی رونق آ جائے
دُنیا والوں کو مت دیکھو یہ سب جانے والے ہیں

جلتی یادوں کے انگارے وقت کی راکھ نے ڈھانپے تھے
لیکن تیرے قاصد ان کو پھر بھڑکانے والے ہیں

کہتے ہیں تم شعر کہو تو ہم کو اچھا لگتا ہے
اپنے چاہنے والے بھی کیا شعر کے چاہنے والے ہیں

دِل دریا میں ایک جزیرہ آس کرن سے روشن ہے
ایک فقیر کو ہم بھی اپنے اس میں لانے والے ہیں

غزل

بند آنکھوں سے جلتے ہونٹوں سے
اب کہو ہم کس سے گفتگو کرتے

نقشِ پا بھی تو کھو چکا تیرا
کس بھروسے پہ جستجو کرتے

کوئی ناصح ہی بن کے آ جاتا
صبر کرنے کی ہم بھی خو کرتے

چند آنسو ہی آنکھ دے دیتی
مُنہ کو دھو لیتے ہم وُضو کرتے

نام لینے سے تیرا ہم پہلے
تھام کر دل کو قبلہ رو کرتے

پھر پکڑتے غلافِ کعبہ کو
تجھ سے مِلنے کی آرزُو کرتے

مل ہی جاتا اگر فقیہہ اک بار
بات تو تیرے رُوبرو کرتے

○

وفا اور بے وفائی

بے وفائی کا تیری احوال میں کس سے کہوں
جھیلنا ہے جان پر، اس میں جیوں یا میں مروں

میں دیا کرتا تھا جن کو عشق کی تیرے مثال
اب کہوں میں کس زباں سے انکو دل کا اپنے حال

تیرے لب کی چاشنی میرے لبوں پر آج تک
بے وفا کہہ دوں تجھے کیا جل نہ جائیں میرے لب

ہے سراپا عشق تو تیری وفا مٹی میں ہے
رسم دُنیا نے ہے روکا اس کی تو مٹھی میں ہے

یہ تپش بھی میرے دِل کو تُو نے دی تھی یاد ہے
بانٹتا ہے آگ جو دِل خُود وہ کیسے شاد ہے

قاصدوں کو میں نہ تیرے لکھ کے دیتا گر جواب
خود تکلف کر لیا کرتے تھے آنے کا جناب

تو وہی ہے آج بھی، تیری تمنّا بھی وہی
تو بدل جاتا تو بجھ جاتی میرے دِل کی لگی

اب تجھے روکا گیا ہے نام لینے سے میرا
جانتا ہوں اس گھٹن میں دم نکلتا ہے تیرا

تیرے دُکھ مجھ سے زیادہ ہیں مجھے معلوم ہے
نام تک لینے سے میرا آج تو محروم ہے

وصل کی گھڑیاں کبھی بھولا ہے کوئی عمر بھر
پھینک دے کیسے کوئی سینے سے دِل کو نوچ کر

اپنا دُکھ سیمابؔ کو سونے نہ دیتا تھا کبھی
اور بڑھاتے ہیں دُکھ کو تیرے یہ احوال بھی

سمجھ

تم جان نہیں سکتے تم سمجھ نہیں پاتے
بہتی ہوئی ندیا کو کہتے ہو قرار آئے

یہ درد تو پھیلے گا ابھی شعلے اُبھریں گے
تیری دید میں ہم آخر چند لمحے گزار آئے

اس درد میں لذت ہے یہ آگ نرالی ہے
جتنا یہ جلاتی ہے اتنا ہی قرار آئے

اس درد سے ڈرتا ہوں کہیں ٹھیک نہ ہو جائے
بجھ جائیں نہ انگارے شعلوں میں غبار آئے

بے موت ہے یوں مرنا اس میں تو ہے رسوائی
یہ ایسا خسارہ ہے کہ دو عالم ہار آئے

اب یہ تو نہیں ہوگا کبھی ہو بھی نہیں سکتا
ہم اپنی تو سب پونجی کر تم پہ نثار آئے

یہ کام ہے ناصح کا سمجھانا لوگوں کو
سیماب کے رنگوں پر نظر ان کو نہ بار آئے

○

ملنے کے افسانے

ان سے ملنے کے افسانے بہت پرانی باتیں ہیں
اب تو قاصد تک بھی ہم سے ملنے سے گھبراتا ہے

توڑے سارے ناطے اس نے تنہا ہم کو چھوڑ گیا
آخر میری تنہائی میں پھر کیسے آ جاتا ہے

میں نے پیار کیا تھا اس کو وہ تو میرا شاہد تھا
دنیا کی شوکت کی خاطر اب وہ ہم سے گھبراتا ہے

کرنیں تیری یادوں کی جب چہرے کو چمکاتی ہیں
لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر حُسن اُترتا آتا ہے

رات کی تنہائی میں اکثر آنکھ میری کھُل جاتی ہے
تیرا وہ رو رو کے بچھڑنا نیند اُڑا لے جاتا ہے

توڑ کے اک دن بندھن سارے آخر ہم مل جائیں گے
یہ بھی تیرا ہی کہنا تھا مجھ کو بھی یاد آتا ہے

کہنے کو تو بھول چکا ہے لیکن یہ بھی واضح ہے
ایک فقیر تیرے دل کو بھی رہ رہ کے تڑپاتا ہے

○

افسانہ

یہ جھکی جھکی نگاہیں یہ اڑی اڑی سی رنگت
الجھاؤ گیسوؤں کا افسانہ کہہ رہا ہے

کب آؤ گے پلٹ کر کوئی آس ہی دلاؤ
بیٹھا ہے رہ گزر پر دیوانہ کہہ رہا ہے

یہ رو رہا ہے کب سے گر دیکھنا ہو تم کو
ان پتھروں پہ دیکھو دریا سا بہہ رہا ہے

دیکھو تو اس کے دل سے اُٹھتے ہوئے دُھویں کو
برسوں سے اس جلن کا یہ کرب سہہ رہا ہے

آمد بہار کی ہے بُلبل نے چھیڑے نغمے
پھُولوں کے ساتھ تم بھی آجانا کہہ رہا ہے

کہیں نام تیرا میرے لب سے پھسل نہ جائے
بن جائے گا جہاں میں افسانہ کہہ رہا ہے

رکھنے کو بھرم تیرا لب سی لیے ہیں ہم نے
لیکن غبارِ دِل کا آنکھوں سے بہہ رہا ہے

آئے گا تو پلٹ کر یا تیرے راستے میں
چھلکے گا زندگی کا پیمانہ کہہ رہا ہے

مٹ جائے گا یہ جل کر لیکن فقیر دیکھو
کر دو شمع فروزاں پروانہ کہہ رہا ہے

سادگی

تُو نے جو وعدہ کیا تھا یاد ہو تجھ کو اگر
دِل کے آئینے میں تب تم کو سجا لیتے تھے ہم

چہرہ کہتا تھا ترا سب جھُوٹ ہیں وعدے ترے
بھرم رکھنے کو ترا نظریں جھکا لیتے تھے ہم

جانتے تھے تو نہ آئے گا کبھی اَب لَوٹ کر
پھر بھی تازہ پھُول رستے میں بچھا دیتے تھے ہم

تیری خواہش تھی کہ تیرے حسن کو پوجا کریں
تھے بہت سادہ تجھے قبلہ بنا لیتے تھے ہم

تو سمجھتا ہے مریضِ عشق نے پائی شفا
بڑھ گیا وہ روگ جو دل کو لگا لیتے تھے ہم

تھے حسین تو اور بھی تو ہی اکیلا تو نہ تھا
یاد ہو گا سب تجھے دامن بچا لیتے تھے ہم

اپنی یادوں میں فقیرؔ اب بھی تو ہی آباد ہے
اس دلِ سادہ میں جو سب سے چھپا لیتے تھے ہم

○

غزل

دلِ نادان تیری بے تابی
بن نہ جائے جہاں میں افسانہ

بھرا ہے کُوچہ یہ ان کی خوشبُو سے
ذرا سنبھل سنبھل کر گُزر جانا

گر نہ پڑنا نشانِ پا پہ کہیں
ہو نہ جانا گلی میں دیوانہ

حدِ ادب کا پاس بھی رکھنا
گرچہ مشکل ہے ہم نے یہ مانا

چل نہ پڑنا انہیں کے در کی طرف
ہوش و خرد سے ہو کے بیگانہ

حال سے تیرے نہ بے خبر ہوں گے
شمع دیکھے ہے حالِ پروانہ

دردِ ہجراں حیات ہے تیری
نام سے وصل کے مُکر جانا

تجھ سے چُھپتے ہیں تیری ہی خاطر
ورنہ تُو نے تھا جل کے مر جانا

کتنا تیرا خیال رکھتے ہیں
ان کا احسان کیوں نہیں مانا

دیکھ سیماب لے تو چل ہم کو
ہم بھی دیکھیں گے کوئے جاناں نہ

○

طلبِ وصال

مانع ہو زندگی اگر تیرے وصال سے
پھر کیوں نہ کوئی موت ہی کی آرزو کرے

دِل میں تیرے جمال کی محفل سجی ہو جب
گلشن میں تیری کس لیے کوئی جستجو کرے

دیکھا ہو جس نے ہوش سے کیا واسطہ اسے
دیوانگی میں کون فکرِ آبرو کرے

عزت ہے با وقار ہے تجھ پہ ناز ہے
منزل ملے مجھے اگر دیوانہ تو کرے

عمر عزیز بیچ کر پائی ہے اک گھڑی
دے اس کو اب دوام کہ چاہے جو تو کرے

تو سامنے ہو اور میں دیکھا کروں تجھے
اس کے بغیر اب کوئی کیا آرزو کرے

تو ہی بتا جہاں میں کوئی دوسرا بھی ہے
سیماب کس سے بیٹھ کر اب گفتگو کرے

غزل

دِل سے پھر کیوں شعلہ لپکا
پھر کیوں یاد کیا ہے تُو نے

بھُولنے کیوں نہیں دیتا اس کو
چھوڑا اسے جب دیا ہے تُو نے

آگ تیرے اندر بھی ہوگی
ہونٹوں کو سی لیا ہے تُو نے

بھول چکے ہم کب سے تم کو
یاد ایسے بھی کیا ہے تُو نے

اُلجھا تھا جو شاخِ گُل سے
دامن کب سی لیا ہے تُو نے

تُو بھی روئے گا چُھپ چُھپ کر
جام سے میرے پیا ہے تُو نے

اَب یکجا سیماب نہ ہو گا
توڑ تو اس کو لیا ہے تُو نے

○

اِن سے مِلنا بُری ہی بات سہی
اِن سے مِلتے نہیں تو کیا کرتے
کیسے ممکن تھا اک ہتھیلی پر
زر کو پارے سے ہم جُدا کرتے

○

مَیں جو روتا ہوں لپٹ جاتا ہے آ کر مجھ سے
اور اشکوں کو میرے، پلو میں چھپا لیتا ہے
تیرا تصوّر بھی مگر تیری طرح سے ہمدم
بے تکلّف ہے بہت سینے سے لگا لیتا ہے

○

بزمِ یاراں

THE JOHNS HOPKINS HOSPITAL
CYTOPATHOLOGY PREVIOUS HISTORY REPORTS

Printed on 04/30/93
Gender: M Race: O
Birthdate: 08/18/32 (Age: 60)

Patient: JUNEJO,MOHAMED KAHN
History # 261-16-38

No old specimens for this patient are known by the computer.

(End of Report)

THE JOHNS HOPKINS HOSPITAL
CYTOPATHOLOGY PREVIOUS HISTORY REPORTS

Printed on 04/30/93
Gender: M Race: O
Birthdate: 08/18/ 60)

Patient: BIXBY,JOHN
History # 261-16-38

Old cases known to the computer are as follows:

Old Path # C93-2846 Spec. Taken 03/10/93 Location: OC-N3
ANNE E. BUSSENIERS, M.D.
DIAGNOSIS: (aeb)
1) ABDOMINAL PARACENTESIS: A FEW MESOTHELIAL CELLS AND LYMPHOCYTES.
NO MALIGNANT NEOPLASM IDENTIFIED.

Old Path # C93-2357 Spec. Taken 02/26/93 Location: OC-N3
MARK SHERMAN, M.D.
DIAGNOSIS: (mes)
1) CSF, LUMBAR TAP: MONONUCLEAR CELLS, PREDOMINANTLY LYMPHOCYTES. NO
CARCINOMA FOUND.
NOTE: IN LIGHT OF THE SPECIMEN VOLUME (3CC), THE NUMBER OF LYMPHOCYTES
IS PROBABLY NOT INCREASED. RECOMMEND CORRELATION WITH CELL COUNTS.

Old Path # S93-4243 Spec. Taken 02/26/93 Location: OC-N3
DR EVELYN C ABERNATHY
DIAGNOSIS: (eia)
BONE MARROW (BX.): MODERATELY HYPERCELLULAR MARROW WITH EXTENSIVE
INVOLVEMENT BY MATURE LYMPHOID FORMS CONSISTENT WITH INVOLVEMENT BY
CHRONIC LYMPHOCYTIC LEUKEMIA. ALL NORMAL HEMATOPOIETIC ELEMENTS
PRESENT IN REDUCED NUMBERS. NEGATIVE FOR GRANULOMA.

Old Path # S93-3381 Spec. Taken 02/15/93 Location: OC-N3
STANLEY R. HAMILTON, M.D.
DIAGNOSIS: (kij)
1. SMALL BOWEL (BX. OF ILEUM): CYTOMEGALOVIRUS INCLUSIONS IN
CAPILLARIES. DEPLETED PEYER'S PATCH. NEGATIVE FOR TUMOR. SEE NOTE.
2. COLON (BX. OF CECUM): NUMEROUS CYTOMEGALOVIRUS INCLUSIONS IN
CAPILLARIES. PROBABLE ACUTE ISCHEMIC COLITIS. ACTIVE CHRONIC
INFLAMMATORY DISEASE, TYPE INDETERMINATE. NEGATIVE FOR TUMOR. SEE
NOTE.
3. COLON (BX. OF TRANSVERSE): NUMEROUS CYTOMEGALOVIRUS INCLUSIONS IN
CAPILLARIES. ACTIVE CHRONIC INFLAMMATORY DISEASE, TYPE INDETERMINATE.
NEGATIVE FOR TUMOR. SEE NOTE.
4,5. COLORECTUM (BX. OF DESCENDING, SIGMOID AND RECTUM): NUMEROUS
CYTOMEGALOVIRUS INCLUSIONS IN CAPILLARIES. ACTIVE CHRONIC
INFLAMMATORY DISEASE, TYPE INDETERMINATE. ORGANIZING THROMBI IN
SUBMUCOSAL ARTERIES. NEGATIVE FOR TUMOR. SEE NOTE.

(Continued on next page.)

"دو رُخ"

جناب محمد خان جونیجو Bix-by John کے نام پر امریکہ کے شہری تھے۔

John Hopkins ہسپتال میں اسی نام سے فوت ہوئے

نام دو چہرے بھی دو بندہ ہے ایک
پہلا چہرہ ہے وطن میں، اس کو دیکھ
اس کی پیشانی پہ سجدوں کے نشان
دین کا خادم وطن کا پاسبان
نامور تھا راہنما تھا قوم کا
جان پر دُکھ جھیلتا تھا قوم کا
وہ جہاں دیدہ بھی تھا سادہ بھی تھا
جان تک دینے کو آمادہ بھی تھا
دیو استبداد نے جکڑی تھی قوم
مارشل لاء نے مگر پکڑی تھی قوم
تب بھی میدان میں آیا بھی تھا
ساتھ اپنے قوم کو لایا بھی تھا
مارشل لاء کی طناب میں توڑ کر
رشتہ "جمہوریت" سے اس کا جوڑ کر

برملا کہتا تھا وہ میدان میں
اب نہ "رشوت" ہو گی پاکستان میں
دیکھ کتنا نیک وہ انسان تھا
نام ہے اپنے "محمدؐ خان" تھا
آؤ اب رُخ دُوسرا بھی دیکھ لیں
اک ڈاکو اور لیٹرے سے ملیں
جس نے لُوٹا قوم کو دِل کھول کر
اس کے خون میں جام پیتا گھول کر
نام پہ بیوہ کے اور مسکین کے
قوم کی جیبوں سے پیسے لے لیے
روشنی پھر سے نئی پھیلانے کو
خوبصورت انقلاب اک لانے کو
قوم کے دامن کو خالی کر گیا
اپنے گھر کو مال و زر سے بھر گیا
خوُن پی کر قوم کا ڈکراتا تھا
سادگی پر اس کی وہ شرماتا تھا
قوم کو نکلے نئے دیتا تھا وہ
خوُن مگر ہر بار لے لیتا تھا وہ
کتنا وحشت اک تھا سنگلاخ تھا
دُوسرا چہرہ بہت گستاخ تھا

دین سے بھی دُور تھا بیگانہ تھا
دعویٰ اسلام اِک افسانہ تھا
جاننا چاہو گے اب کیا نام تھا
نام سے وہ "بکس بی کا جان" تھا
ایک ہی بندہ، مگر چہرے تھے دو
اس زمانے کا کرشمہ دیکھ لو
یہ تو اک ہے اور بھی ہیں نامور
قوم کے فرزند اور لختِ جگر
اس بیچاری قوم کو اللہ رکھے
خوں ہیں "بابوں" نے بھی اس کے چکھے
کون جانے ان کے کتنے نام ہیں
ہیں کئی چہرے نرالے کام ہیں
اک طرف اسٹیج پر روتے ہیں یہ
خوں پی کر رات کو سوتے ہیں یہ
بس کرو سیماب یہ باتیں عجیب
ہو سکے تو قوم کے بدلو نصیب

قومی اسمبلی (۱۹۹۳ء) ٹوٹنے پر

سُنا ہے میرے بعد گلشن میں اپنے
نیا پھول کوئی کھلایا ہے تم نے

تھا جو راز میرا دفن تیرے دِل میں
وہ کیسے کِسی کو بتایا ہے تم نے

تیری آنکھ میں میری تصویر بھی تھی
بھلا اس کو کیسے چھپایا ہے تم نے

لبوں پہ تیرے نام لکھا تھا میرا
اسے کس طرح سے مٹایا ہے تم نے

جو کمرہ سجاتے تھے تم میری خاطر
بتاؤ تو کیسے سجایا ہے تم نے

اک اک شے میں تھی میری یادوں کی خوشبو
اسے واں سے کیسے ہٹایا ہے تم نے

کبھی میں نے اک لمحہ تم کو دیا ہے
وہ لمحہ جسے رد کیے پایا ہے تم نے
جہاں بیٹھ کر میں نے غزلیں کہی تھیں
وہاں اب کسی کو بٹھایا ہے تم نے
سُنا کر یہ ساری بھیانک سی خوابیں
فقیر ہم کو واپس بلایا ہے تم نے

○

آپس کی باتیں

کنج قفس کی راہ بتلاؤ اس دیوانے بلبل کو
جس کی وفا پر اب پھولوں کو شک ہونے لگ جاتا ہے

کلیاں دشمن، غنچے بیری، پھول نے جب رخ پھیر لیا
زندہ رہنے کا یوں سنتے ہی رونے لگ جاتا ہے

کاش کوئی یہ نام بھی لے لے چھین لے اسکا جذبہ بھی
دم بھرنے سے الفت کا بیدم ہونے لگ جاتا ہے

مالی بھی ناراض ہے اس سے شکوہ ہے گلچین کو بھی
پھر بھی پھول کی ہنسی پر قربان ہونے لگ جاتا ہے

پھول کو اب شکوہ ہے اس سے، اسکے پیار کے جذبے سے
کہتا ہے تو کانٹوں پہ بھی دل کھونے لگ جاتا ہے

کیا گزری ہے دل پر اس کے پھول کو اس کی خبر نہیں
ٹکڑے ہونا دل کا مقدر، یہ ہونے لگ جاتا ہے

کہتا ہے سیماب یہ بلبل کتنے صدمے جھیل گیا
اس ہلکی سی چوٹ پہ لیکن اب رونے لگ جاتا ہے

○

"مغرب" یعنی اندھوں کی نگری

یہ دُنیا نگری اندھوں کی، یہاں اندھے سارے رہتے ہیں
جنگل کے باسی بھی اندھے، شہروں میں اندھے بستے ہیں
یہ دیکھ نہیں سکتے تجھ کو پہچانیں گے کیا خاک بھلا
جو دیکھا جس نے حسن تیرا اس پر آوازے کستے ہیں
دُنیا کی پھیکی رنگت نے باندھی ہے پٹی آنکھوں پہ
اب ان کے دل میں بھی دیکھو دُنیا کے رنگ برستے ہیں
یہ بندے دانشِ دُنیا کے، یہ اہلِ خرد، یہ اہلِ فکر
غم پلتے ہیں ان کے اندر، سوتے میں ان کو ڈستے ہیں
کیا خبر انہیں جن لوگوں نے کھولی ہے پٹی آنکھوں سے
وہاں قوسِ قزح بن جاتی ہے جہاں ان لوگوں کے رستے ہیں
ہیں سینے بھی ان کے روشن روشن آنکھیں، دامن روشن
ہر آن اندھیری دُنیا میں وہ روشنیوں میں بستے ہیں
کیا جانیں گے یہ بے چارے کیا کیفِ جنوں میں ہوتا ہے
میٹھے پھندے دامِ خواہش کے اب اور اسے خود کستے ہیں

ہے عقل بھی دھوکے باز بڑی، یہ سچ بات نہیں کہتی ان سے
خواہش تو ادھوری رہتی ہے خواہش کے لمبے رستے ہیں
گر بستر ہے تو نیند نہیں آ جائے نیند تو فرصت کم
یوں عمریں بھاگتے بیت گئیں دیکھو تو پڑے ہیں رستے میں
اب یہ سمجھانے آئے ہیں انہیں راہ دکھانے آئے ہیں
جو لوگ ہیں راہی منزل کے اور ان راہوں میں بستے ہیں
سیماب انھیں کچھ بھی نہ کہو دے سکو تو اُن کو روشنی دو
شاید کوئی نکلے دلدل سے چل نکلے اب کے رستے ہیں

"اک تصویر"

اک تصویر تمہاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
جنگل کا اک منظر بھی ہے جس میں ندی بہتی ہے
دُور دلوں کے سنگم سے یہ جیسے پھوٹ کے آتی ہے
اک تصویر تمہاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
اونچی شاخ پہ اس میں دیکھو ایک پپیہا بیٹھا ہے
جانے کب کا بچھڑا ہے یہ پی پی رٹ لگائی ہے
اک تصویر تمہاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
سبزے نے چادر تانی ہے موتی چمکیں شبنم کے
پھولوں نے بھی تیری خاطر اپنی سیج بچھائی ہے
اک تصویر تمہاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
پروانہ کیوں جل مرتا ہے شاید تم یہ جان سکو
اس کے اک گوشے میں دیکھو ہم نے شمع جلائی ہے

اک تصویر تمھاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
چاند کو دیکھو دُور فلک پر بیٹھ نظارہ کرتا ہے
چکور کو بے کل کرنے والی چاندنی نیچے آئی ہے
اک تصویر تمھاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
بُلبل کا نغمہ بھی سُن لو، کوئل کُو کُو کرتی ہے
دیکھو تو گھنگھور گھٹا کو، دُور اُفق پہ چھائی ہے
اک تصویر تمھاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے
اس میں تم سیماب کو دیکھو چلتا لمبی راہوں پر
بال پریشاں چاک گریباں یوں جیسے سودائی ہے
اک تصویر تمھاری خاطر ہم نے بھی بنوائی ہے

"گھڑی"

چلتے چلتے سو جاتی ہے
یاد میں ان کی کھو جاتی ہے
گھڑی ہے یا دل ہے کسی کا
دیوانی سی ہو جاتی ہے
اندر سے ہے پرزے پرزے
باہر ایک نظر آتی ہے
دیکھے یا نہ دیکھ سکے یہ
اپنی اس پہ نظر رہتی ہے
~~فقیر~~ ہے یہ پیاری ہم کو
بازو سے لپٹی رہتی ہے

"تم کو کیسا لگتا تھا"

رات انوکھی بات ہوئی
تم سے بھی مُلاقات ہوئی
تنہا بیٹھا کمرے میں نیند کی راہیں تکتا تھا
ایک سمت سے روشنی اُبھری شاید اس میں سایہ تھا
اور وہ سایہ پھیل رہا تھا
نقش سا اس میں اُبھر رہا تھا
ہرا بھرا اک جنگل تھا، جس میں ہر سو سبزہ تھا
شاید ساون اُترا تھا
پاگل سے بادل کے ٹکڑے ان میں سُورج چُھپتا تھا
پھر بجلی کڑکی اس کی، پھوٹ پڑتی تھیں بادل سے
خُوب سہانا موسم تھا
ہرے بھرے اک پیڑ کے نیچے، جُھکی ہُوئی شاخوں میں چُھپ کر
شاید کوئی بیٹھا تھا

تب میں سمجھا تب میں جانا، اپنے کو بھی تب پہچانا
تم بھی دیکھو دیکھ سکو تو، گزری گھڑیاں بیتے لمحے
شاید تم کو یاد آجائے
ساتھ میرے اس دن تم ہی تھے، اور سہانا موسم تھا
لیکن یہ سب تو اپنے وطن کی ڈھلتی شاموں کا قصہ تھا
آدھی رات کو دُور وطن سے، میں نے کیسے دیکھ لیا
آدھی رات یہاں گزری تھی، اپنے وطن میں اس ہی لمحے
جنگل کے اس گوشے پر سے شام کا سایہ ڈھلتا تھا
شاید تم بھی دیکھ سکو، شاید تم کو یاد بھی ہو
فقیر کو اپنے تم بھی دیکھو، ڈھلتی شاموں میں ساون کی
جھاڑی کی یوں اوٹ میں بیٹھا، تم کو کیسا لگتا تھا

○

نہ آئی وہ موٹر ابھی تک نہ آئی
جسے ہم نے چھوڑا تھا وادی سے پہلے
تیرگو[1] کے کھیتوں میں وہ چاشنی ہے
جو ان کے لبوں میں تھی شادی سے پہلے

[1] تیرگو ایک گاؤں ہے جو سکردو کے راستہ میں آتا ہے۔

"اپنی توبہ"

سرِ راہ گزر اک دیوانہ کل بیٹھا باتیں کرتا تھا
کبھی دیکھتا لمبی راہوں کو کبھی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا
کبھی کوشش کرتا اُٹھنے کی دو چار قدم چل لینے کی
پھر آتا واپس تیزی سے پھر اسی جگہ گر پڑتا تھا
یوں دیکھ کے اس کی بیتابی تھم جاتے چلتے راہی بھی
بس کہتے "پاگل بیچارہ" پھر ہر کوئی چل پڑتا تھا
یہ دیکھ کے ہم تو رہ نہ سکے بیتابی اس کی سہہ نہ سکے
کوئی بھید ہے اسکے گرنے میں یہ جاننے کو دل کرتا تھا
اک بار اُٹھا جب دیوانہ کچھ دُور گیا چند قدم چلا
اک نقش سا ہم کو نظر پڑا شاید کوئی یہاں (اس جا) ٹھہرا تھا
تب یاد آیا برسوں پہلے ہم بھی تو یہاں سے گزرے تھے
اک بانکے جوڑے کو ہم نے یاں باتیں کرتا دیکھا تھا

گیا چھوڑ اسے ساتھی اس کا شاید وہ نہیں پلٹا اب تک
یہ تب سے تھا اس جا بیٹھا وہ نقش نہ مٹنے دیتا تھا
چند چیتھڑے اس کے تن پر تھے بالوں میں گرد سی اٹکی تھی
تھا اپنے آپ سے بیگانہ، اس نقش سے باتیں کرتا تھا
شاید یہ محبت ہی ہو گی یا عشق اسی کو کہتے ہوں
تب سے تو فقیر نے توبہ کی یہ سودا مہنگا پڑتا تھا

○

قطعہ

بیماری ہے یہ خواہش بھی، آسان ہے کہنا بھی
اظہار کے پھولوں کا اک ہار بناتے ہو
جب وقت کڑا آئے جب ہوش و خرد گم ہوں
انکار کے فتنے بھی پھر تم ہی جگاتے ہو

چشمِ رواں

اے مری چشمِ رواں اے دیدۂ خوں نابہ بار
تم تکا کرتی تھیں، راہیں تھیں سراپا انتظار
تم بھی رہتی تھیں راہ میں ان کے آنے کیلئے
اُٹھ گیا شاید تمہارا آج اس سے اعتبار
تم نے ایسی بات کیوں محسوس کی دیکھی کہاں
کس مخبر نے اس طرح لوٹا ترے دل کا قرار
یا جسے تم چاند کہتے تھے وُہی اوجھل ہوا
چاند تو چھپ جایا کرتے ہیں کہا تھا بار بار
بات اپنی تو تمھیں اس دم گوارا ہی نہ تھی
خُون برسانے کو ورنہ یوُں نہ کرتے انتظار
اپنے ہی خُون میں نہانا بھی عذابِ جان ہے
لے ہی جاتا ہے مگر جرمِ محبّت سوئے دار
مت کرو جرمِ محبت جان سے جاؤ گے تم
یاد ہے سیماب نے تم سے کہا تھا بار بار

حجاب

حُسن والے گزارہ کرلیتے
عشق والے خراب کرتے ہیں

جان دینے پہ یُوں تو آمادہ
پیسہ پیسہ حساب کرتے ہیں

یہ نہ مانیں گے آپ کی باتیں
کیوں خوشامد جناب کرتے ہیں

لے تو جاؤ گزارشیں اپنی
فیصلے وہ شتاب کرتے ہیں

بات کرتے ہیں یوں رقیبوں کی
سبھوں کے دل کباب کرتے ہیں

عشق میں بھی ملاوٹیں کرکے
عاقبت تک خراب کرتے ہیں

ہجر میں بھی تو کٹ ہی جائے گی
کیوں تکلف جناب کرتے ہیں

ظُلم والوں پہ کر کے گُل پاشی
گُل کی عظمت خراب کرتے ہیں

دیکھ سکتے ہو شہر میں ان کو
گھر میں تو وہ حجاب کرتے ہیں

پھر کیوں سُنتے ہو بات لوگوں کی
لوگ ہی تو خراب کرتے ہیں

رقم ساری تو لے گئے لیڈر
لوگ بیٹھے حساب کرتے ہیں

کتنے اچھے ہیں دیکھ لو سہاب
ہم کو تم سے خطاب کرتے ہیں

○

وعدہ

وعدہ کیا تھا یار نے آیا نہ رات بھر
ہم نے بھی خوب سو کے گزاری تمام رات

کافر ادا کہیں اسے یا بے وفا کہیں
اسی سوچ میں کٹی تھی ہماری تمام رات

ہم ڈھونڈتے رہے تجھے کوئے رقیب میں
بیوی نے راہ دیکھی ہماری تمام رات

صبح ہوئی تو پاؤں تھے ادوان میں پھنسے
کی خواب میں انہوں نے سواری تمام رات

سیماب جس کا راستہ ہم دیکھتے رہے
مانی نہ اس نے بات ہماری تمام رات

کھاتے پیتے لوگ

کھاتے پیتے لوگوں کی کیا باتیں ہیں
کھا کر سوتے ہیں پھر اُٹھ کر کھاتے ہیں

اصل کمائی تحفے اور رشوت ہیں
یہ تو اس کا سُود ہی لیکر کھاتے ہیں

گھر سے باہر گر نکلیں تو پھر یہ لوگ
چلنے پھرنے کو یورپ میں جاتے ہیں

ملک سے ان کا رشتہ کتنا پکا ہے
کُرسی ملتے ہی واپس آجاتے ہیں

بیٹا بیٹی گوری نیچے دو رنگ کے
یہ ہر حال میں مُسلم ہی کہلاتے ہیں

کتنے ہیں یہ لوگ یہاں کا کھائیں کیا
پانی تک تو بیرون کا منگواتے ہیں

یوں تو جینا مرنا سب انگریزی ہے
ووٹ آئیں تو ولی اللہ بن جاتے ہیں

نام ان کے اسلامی غیر اسلامی بھی
ان ناموں سے باہر جانے جاتے ہیں

لوٹ کے ملکی دولت دونوں ہاتھوں سے
وال اسٹریٹ میں جا کر جمع کراتے ہیں

مریں یہ امریکہ میں کافر ناموں پر
ملک میں انکے ختم دلاتے جاتے ہیں

چھوڑ دیا سب آپ نے لمبے قصے کو
یہ تو ان کی روز مرہ کی باتیں ہیں